مسلم بحری قوت کا ماضی، حال و مستقبل اور عصر حاضر میں درپیش چیلنجز

Muslim Naval Power in the Past, Present and Future and Contemporary Challenges

عبدالحمید*

The Role of Muslim Naval Force in the contemporary era with reference to past and present history has been critically and analytically evaluated in this research paper. The significance and value of Naval Force of Islamic countries has come under discussion in scientific manners. In this research work, an attempt has been made to highlight the importance of Oceans in human life, in the light of the Holy Qur'an. As we are aware of the fact that two third of this earth consists of water, the remaining is the land. Moreover, this study elucidates pre-Islamic history of Naval Force in an effective manner. The historical perspective of Muslim Navy and its beginning has been explained. Overviews of the Muslim Naval Force have also been presented and introduced the challenges to the Muslim Navies in general and to the Pakistan Navy in particular have been identified. The achievements of Pakistan Navy has also been highlighted and appreciated. Last but not least, recommendations and suggestions for the uplift and advancement of Muslim Navy have been discussed in academic manners.

Keywords: Contemporary, Evaluation, Significance, Sea Power, Achievements, Contribution and Advancement.

تعارف

بحریہ کسی بھی ملک کی نہ صرف دفاعی طاقت بلکہ اس کی ترقی اور دیگر ممالک کے ساتھ باہمی روابط کا مستقل اور آسان ذریعہ بھی ہے۔ ماضی میں فرزندانِ اسلام بھی ایک عظیم الشان اور طاقتور بحری بیڑے کے مالک تھے۔ مسلمانوں کے اقتدار کے یورپ اور اس کی تجارت پر دور رس اثرات مرتب ہوئے جس کے باعث اہل یورپ ساری دنیا سے کٹ کر صرف اپنے ہی براعظم تک محدود ہو گئے تھے۔ اور ان کی تجارت تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ آج اہل یورپ فن جہاز رانی میں بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں لیکن امر واقع یہ ہے کہ یہ فن انہوں نے مسلمانوں ہی سے سیکھا تھا۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کی کمزوری اور ناکامی کے اسباب پر غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کی بحری طاقت و قوت اور بحری بیڑے کی شان و شوکت کا راز ان کی اجتماعیت اور مرکزیت میں پوشیدہ تھا۔

*پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد (ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کمانڈر پاکستان نیوی)

جب تک یہ مرکزیت قائم رہی، مسلمان غالب و فائق رہے اور جب یہ مرکزیت ختم ہو کر چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں میں بٹ گئی تو ان کی شان و شوکت اور عظمت و ہیبت میں حد درجہ کمی واقع ہو گئی۔ اگر مسلمانوں کی شاندار کامیابیوں اور کارناموں پر نظر دوڑائی جائے تو عصر حاضر میں ان واقعات سے بہت سی راہنمائی لی جاسکتی ہے۔ اس مقالہ میں ان تاریخی واقعات کو ذکر کرنے کا مقصد صرف تاریخ کو دہرانا ہی نہیں بلکہ درحقیقت ان میں پنہاں بحری عسکری حکمت عملی، نتائج، فوائد اور نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں بہتری کے لیے پالیسیاں مرتب کرنا ہے۔

قبل از اسلام بحری اسفار اور جہاز سازی کی صنعت

بحری جہازوں کی صنعت کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہوا بعد ازاں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی حیات طیبہ میں بھی بحری جہاز اور کشتیاں ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر کرتی رہتی تھیں۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں بحری قوت نے بے مثال ترقی کی، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ "**ص**" میں ملتا ہے، جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا "بحری بیڑہ" اپنے دور کا سب سے بڑا اور طاقتور بحری بیڑہ تھا۔ جس کی بدولت ان کا بادبانی نظام موسمی حالات سے بلا خوف و خطر نہایت کامیابی سے منازل کی طرف گامزن رہتا تھا۔ حضرت داؤدؑ نے لوہے کی صنعت میں ترقی کی بدولت بری قوت کو ناقابل تسخیر بنا دیا تھا، جبکہ حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ "تسخیر ہوا" کے معجزے کے باعث سمندروں اور ان میں چلنی والی کشتیوں پر مکمل کنٹرول حاصل تھا۔

عرب قوم اور جہاز رانی

زمانہ قدیم سے عرب کشتی رانی اور جہاز رانی کے فن سے خوب واقف تھے۔ لیکن اہل عرب، اسلام سے قبل بحری سفر اور تجارت سے گریزاں تھے اور اپنی تجارت کا انحصار خشکی کے راستوں پر کرتے تھے اس کی بنیادی وجہ سمندری علوم سے بے اعتنائی اور سمندر کی ہولناکیوں سے خوف تھا۔ علامہ ابن خلدون کی رائے کے مطابق عرب اپنی بدویانہ پن کی وجہ سے سمندری ثقافت سے پیچھے رہ گئے۔ جب کہ بازنطینی اور افریقی اِن پر بحری علوم اور سمندری مہارتوں کی بنیاد پر فوقیت لے گئے۔[1]

نیز عہدِ جاہلیت میں عربوں کی جہاز رانی کی متعدد معلومات، لغات، قدیم اشعار، تاریخی واقعات اور قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی طرح احادیث کی کتب میں کافی واقعات و روایات کے الفاظ کو

متعدد ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن میں اسطول، اسطولا اور برشتہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[2] تاریخ کی کتب سے سرزمین عرب پر بندرگاہوں کا ذکر خاصی تفصیل سے ملتا ہے۔ اس سلسلے میں عمان کی بندرگاہ دباء، بحرین کی بندرگاہ مشقر اور خصوصیت سے یمن کی بندرگاہ عدن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ عربی زبان میں ابن جبیرؒ کے سفرنامے خصوصاً سفرنامہ حج اور بحری سفر کافی دلچسپی کے حامل ہیں۔

اسلامی تاریخ میں جہاز رانی وبحریہ کی ابتداء

ظہور اسلام کے بعد اس فن کو مزید فروغ حاصل ہوا اور مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی بحریات (Oceanography) یعنی جہاز رانی اور جہاز سازی (Ship Building) میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ عرب زمانہ قدیم سے دریانوردی سے آشنا تھے اور چونکہ اُن کا روزگار اکثر وبیشتر تجارت سے چلتا تھا اس لئے ان کی تجارتی کشتیاں حرکت میں رہتی تھیں اس سلسلہ میں حمیریاں اور قوم سبا کو بطور نمونہ پیش کرسکتے ہیں[3] جزیرۃ العرب تین طرف سے پانی سے گھرا ہوا تھا لہٰذا وہ لوگ دریا اور دریائی راستوں سے آشنا تھے اور متعدد مرتبہ تجارت کی خاطر موسم سرما میں بحیرہ احمر سے گذر کر حبشہ پہنچے تھے۔ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو جو سب سے پہلا بحری سفر پیش آیا وہ ہجرت حبشہ تھی اور چونکہ یہ سفر کشتی کے ذریعہ تھا اس لئے ان مہاجرین کو "اصحاب سفینہ" بھی کہا جاتا ہے۔

نبوی ترغیبات اور بحری جہاد

سرزمین عرب کے صحرانشینوں کا بحر سے آشنائی اور اس کو اہمیت دینا قرآن وحدیث میں بحر اور بحری غزوات کی فضیلت کی بنیاد بنا۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ مسلمانوں کو بحری راستہ سے جہاد کرنے کی ترغیب دلائی۔ ان احادیث میں سے ہم کچھ یہاں بطور استدلال پیش کررہے ہیں فرمان نبوی ہے:

لَاترَكَبْ البَحْرَاِلّا حَاجَاً اَوْمُعْتَمِراً اَوْغَازِياً فِيْ سَبِيْلِ اللهِ[4]

سمندر میں سوائے حج یا عمرہ یا اللہ کی راہ میں جہاد کے سواری مت کرو

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ غَزَا فِي البَحْرِ غَزْوةِ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَقَدْ أَدَّى إِلَى اللهِ طَاعَتَه[5]

"اگر کوئی سمندر کے راستہ اللہ کی راہ میں جنگ کرے تو اس نے اللہ کی اطاعت کا حق ادا کردیا"۔

خداوند عالم اس کی راہ میں جنگ کرنے والے کے احوال سے آگاہ ہے، پس وہ اپنی اطاعت کی وجہ سے خدا کی پناہ میں چلا گیا اس کو جنت اپنی طرف بلاتی ہے اور دوزخ اپنے سے دور کرتی ہے۔

حضرت امّ حرام سے منقول ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

نَاس مِنْ أُمَّتِی عُرِضُوا عَلَی غُزَاۃ فِیْ سَبَیْلِ اللہِ یرکَبُوْنَ...[6]

میری امت کا ایک گروہ مجھے دکھایا گیا جو ایک روز راہ خدا میں مجاہد کے عنوان سے بادشاہوں کی طرح کشتی پر سوار ہو گا۔

اُمّ حرام کہتی ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا کریں کہ میں بھی اس گروہ میں شامل ہو سکوں پس حضور ﷺ نے فرمایا: تو ان میں سے پہلی خاتون ہو گی۔ آپ ﷺ کی پیشگوئی ایک مدّت بعد اس طرح محقّق ہوئی کہ اُمّ حرام اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ ان سپاہیوں میں شامل تھی جو قبرص کی فتح کے لئے روانہ ہوئے تھے اور وہ اس جنگ میں اپنے خچر کی پشت سے گر کر فوت ہوئیں اور وہیں پر ان کی تدفین ہوئی۔[7]

ان احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ بری جہاد کے ساتھ ساتھ بحری جہاد کو بھی کمال اہمیت حاصل ہے۔

مسلم بحریہ کا تاریخی پس منظر

خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام عراق اور شام کی سرحدوں میں داخل ہو گیا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وہ ایک طرف فارس و خلیج فارس اور دوسری طرف شام و فلسطین سے گزر کر مصر و اسکندریہ تک پہنچ گیا۔ یہ دونوں دنیا کی دو عظیم الشان قوموں کے آبی مراکز تھے۔ چنانچہ خلیج فارس کسریٰ کا اور بحر روم قیصر کی بحری لشکر گاہ رہی۔

اسلامی بحریہ کے بانی جناب امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے اس کے قیام کا منصوبہ بنایا اور اس اہم ضرورت کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ خلیفہ وقت سے بار بار اصرار کیا کہ رومیوں اور بازنطینیوں کا کھلے سمندر میں مقابلہ کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے، اسلامی

ریاست کی ساحلی حدود کو اسی صورت میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے جب ہم ایک طاقت ور بحریہ کے حامل ہوں۔

اسلامی بحریہ کے قیام کے بعد اس کی تعمیر و ترقی اور جہاز رانی کے ساتھ ساتھ جہاز سازی پر بھی خصوصی توجہ دی گئی اور رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بحری جہازوں کے کارخانوں کے قیام کا آغاز کر دیا تھا اور سیدنا امیر معاویہؓ اپنے دور خلافت میں مسلم بحریہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی بحریہ کے استحکام کی بدولت مسلمانوں نے جزیرہ قبرص، اندلس، جزیرہ کریٹ، جزیرہ صقلیہ، قسطنطنیہ اور ہنگری کو فتح کیا۔

باب الإسلام سندھ کے احوال کسی سے مخفی نہیں۔ سب سے پہلا قدم محمد بن قاسم نے اس سرزمین پر رکھا۔ انہوں نے سندھ کو فتح کرنے کیلئے خشکی کے علاوہ بحری راستہ کو بھی استعمال کیا۔ ان کا کچھ فوجی ساز و سامان اور فوج کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعے سندھ آئی تھی۔ مسلمانوں کی شاندار بحری تاریخ میں ایسے مسلم امیر البحر بھی گزرے ہیں جن کے حقیقی کارنامے منفرد، مثالی اور ناقابلِ یقین ہیں۔ انہوں نے اپنی ذہانت کی بدولت اور جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے ایسے ایسے تکنیکی حربے استعمال کئے کہ دشمن حیران رہ گیا صرف یہی نہیں بلکہ امیر البحر خیر الدین پاشا باربروسہ کا بحری طاقت کا استعمال کرتے ہوئے یورپ کے متحدہ سات پرچموں کو شکست دینا بھی ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

بحری فتوحات کا آغاز فتح قبرص سے ہوا جبکہ بحری جہاز کے کارخانوں کا آغاز بھی اسی دور میں ہوا۔ بنو امیہ کے عہد حکومت میں جو چیز عروج پر دکھائی دیتی ہے وہ بحری فتوحات اور بحری تجارت تھی۔ اموی حکومت میں جہاز سازی کا نظام بہت وسیع اور کارکردگی کے لحاظ سے بہت اعلیٰ درجے کا تھا۔ عہد بنو اغلب میں مسلمانوں کا بحری بیڑہ اتنا مضبوط تھا کہ تمام بحیرہ روم اس کی واحد ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ فاطمیین مصر نے اپنے تقریباً تین سو سال کے دور میں کئی شاندار کارنامے سرانجام دیئے، ان کارہائے نمایاں میں ایک عظیم کارنامہ ان کا مضبوط مستحکم بحری جنگی نظام تھا۔ فاطمیوں نے بری فوج کے استحکام کے ساتھ ساتھ اپنی اسلامی بحریہ کو جس طرح منظم کیا وہ ان کا لازوال کارنامہ ہے اور امر واقع یہ ہے کہ اس کارنامے کو انجام دیئے بغیر وہ رومیوں کی بحری تاخت و تاراج سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے، نہ اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھ سکتے تھے اور نہ داخلی تحفظ سے بہرہ ور ہو سکتے تھے۔

خلفائے راشدین اور اموی دور میں بحری طاقت

رسول اکرم ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ کے زمانہ میں دریائی جنگ کا اتفاق نہیں ہوا، مذکورہ بالا روایت کے باوجود سیدنا عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں کئی دریائی جنگوں کا پتہ چلتا ہے، جیسے سب سے پہلا دریائی حملہ والی بحرین عثمان بن عاص ثقفی کی طرف سے ہند کے سواحل پر کیا گیا کہ جو بمبئی کے نزدیک "تانہ" کے مقام تک پہنچا اور دریائے سندھ تک پیش قدمی کی[8] ایسے ہی بحرین کے دوسرے والی علاء بن خضرمیؓ نے دریا کے راستے ایران پر حملہ کیا اور وہ شہر اسطخر تک پہنچا، سن ۲۰ ہجری میں عمر بن خطابؓ نے علقمہ بن مجزر کو دریائے سرخ کے راستہ حبشہ پر دریائی حملہ کا فرمان جاری کیا تا کہ مسلمان، اسلام کے سواحل پر حبشیوں کے حملوں کا جواب دے سکیں، یہ حملہ اگرچہ ناکام رہا لیکن پھر بھی مسلمان حبشہ کے "اودلس" شہر تک پہنچ گئے[9]۔ سن ۲۷ یا ۲۸ھ میں قبرص کی فتح مسلمانوں کا پہلا کامیاب تجربہ تھا اور چونکہ مسلمان اس جنگ سے کامیاب واپس پلٹے لہٰذا انھوں نے جنگ کے اس طریقہ میں زیادہ کوشش شروع کر دی، اگر طبری کی روایت کو سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں ۲۷ ہجری میں دریا کے ذریعہ اندلس کے فتح کرنے میں قبول کر لیں تو مسلمان فتح قبرص سے ایک سال قبل اور فتح افریقا کے بعد، اندلس کو فتح کرنے میں مشغول ہو گئے، طبری کی روایت ہے کہ خلیفہ نے عبد اللہ بن نافع کو حکم دیا کہ دریا کے راستہ اندلس پر حملہ کرے، اُس نے اپنی فوج کے کمانڈر کو لکھا:

> امابعد، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ قُسطُنطُنیہ اَندلس کے راستہ فتح ہو گا اور اگر تم نے اس کو فتح کر لیا تو انعام واکرام میں اُس کے برابر ہو گے جو قسطنطنیہ کو فتح کرے گا[10]

فتح اندلس میں عثمان ایک نئے جنگی حربہ کو استعمال کرنا چاہتا تھا اور وہ یہ کہ قسطنطنیہ کی فتح یورپ کو فتح کئے بغیر ممکن نہیں ہے، ابتدا میں مسلمانوں نے روڈس اور سسلی کو فتح کیا اور سن ۳۴ھ میں روم کے خلاف، تاریخ اسلام کی اہم ترین دریائی جنگ کا آغاز کیا، اس جنگ میں جو عبد اللہ بن سعد بن ابی سرحؓ حاکم مصر کی کمان میں لڑی گئی اور "ذات الصواری" کے نام سے موسوم ہوئی مسلمانوں کو ایک شاندار فتح نصیب ہوئی۔[11] سن ۲۸ھ سے مسلمانوں کی کشتیاں بیزانس کی کشتیوں پر غالب آگئیں اور دریا میں اپنی سرداری کا ثبوت پیش کر دیا اس کے علاوہ مسلمانوں نے بیزانس کی حکومت کے تحت بہت سے سواحل پر متعدد حملے کیے۔[12]

عباسی دور حکومت اور بحری قوت

عباسی خلفاء نے پہلی بار جنگی مقصد کی خاطر شہر واسط کے محاصرہ میں کشتیوں کو استعمال کیا، یہ لوگ کشتی کو ایندھن سے بھر کر آگ لگادیتے اور واسط کی طرف روانہ کر دیتے تھے تاکہ جو کوئی بھی اس کے سامنے آئے جل جائے، لیکن ابن ہبیرہ اس شہر کے اموی حاکم نے ایک ایسی کمند بنوائی کہ جس سے وہ کشتی کو غرق کر دیتا تھا۔[13] منصور خلیفہ بھی دریائی فوج اور جنگی کشتیوں کے بنانے کو زیادہ اہمیت دیتا تھا اسی لئے اس نے مصر میں کشتی سازی کے بہت سے کارخانے کھلوائے، لوگوں کو ان کارخانوں میں کام کرنے کی ترغیب دلائی، اس نے یہاں تک کیا کہ کافر ذمّی کو جب تک وہ کشتی کے کارخانوں میں کام کر رہے ہوتے جزیہ دینے سے معاف کر دیتا تھا۔[14] خلیفہ منصور اندلس کو دوبارہ عباسیوں کی حکومت میں لے آنے کی فکر میں رہتا تھا، لہٰذا اس نے سن ۱۴۶ھ میں اپنے سپہ سالار علاء بن مغیث کے لئے فرمان جاری کیا کہ وہ ایک عظیم دریائی فوج کے ساتھ اندلس کی طرف پیش قدمی کرے، اس کے سپاہی "باجہ" کی سرحدوں پر اترے اور ان کے ساتھ عبدالرحمن الداخل کے مخالفین خصوصاً فہریان اور یمانیاں بھی شامل ہوگئے، انقلاب وسیع ہوگیا لیکن عبدالرحمن الداخل اپنے دشمنوں پر غالب آیا، اس طرح اس نے ان کی شورش کو دبادیا۔[15]

منصور نے سن ۱۴۶ھ میں ٹیونس کے بیزانسیان گروہ پر حملہ کیا کیونکہ انھوں نے سن ۱۴۰ھ میں لاذقیہ اور طرابلس کی اس کے خلاف حملوں میں مدد کی تھی، اس دریائی حملہ کی کمان امیر البحر شامی اور عباس سفیان خثعمی کے ہاتھ میں تھی اور یہ پہلا لشکر تھا جس نے عباسی حکومت کی تشکیل کے زمانے میں قبرص پر حملہ کیا تھا، منصور نے دریائی حملوں کے دفاع کے لئے ایک بیڑہ تیار کرایا تھا، سن ۱۵۳ھ میں حبشیوں نے جدّہ پر اپنے بیڑے سے حملہ کیا، ادھر سے منصور ان کا جواب دینے کے لئے اپنا بیڑہ لے کر چلا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حبشی لوگ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایسے ہی منصور نے حج سے فراغت کے بعد جیسے ہی سنا کہ سندھی قزاقوں نے ساحلی شہروں اور کشتیوں کو خصوصاً حجاز کے ساحلوں کو برباد کر دیا ہے تو اس نے ان کا جواب دینے کے لئے بصرہ کے راستہ سے ایک بہت بڑا حملہ کیا۔

البتہ بیزانس نے مسلمانوں کی بحری اور زمینی فوج کے رابطہ کو قطع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایشائے صغیر پر ثمامہ بن وقاص کا حملہ ناکام رہ گیا۔ اس دوران، حکومت عباسی کے سربراہ منصور نے

کوشش کی کہ ہند کے دریاؤں پر اپنا تسلّط قائم کرلے تاکہ ان دریائی قزاقوں کا قلع قمع کرسکے جو تجارتی قافلوں کو لوٹتے اور غارت گری پھیلاتے ہیں۔ خلیفہ مہدی کے دور خلافت میں بھی معمر بن عباس خثعمی نے سن ۱۶۰ھ میں ایک دریائی جنگ کا تجربہ کیا۔ عباسی حکومت سرحد کے مشترک ہونے کے وجہ سے ناچار تھی کہ ہمیشہ بیزانس کے بیڑے کے ساتھ نبرد آزما رہے، اسی وجہ سے اس نے بیزانس کے بیڑے کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے اپنے بیڑے کو میدان میں اتارا۔

ادھر یورپی حکومتیں داخلی خلفشار کی وجہ سے اس دریا سے غافل ہوگئی تھیں نتیجۃً تقریباً آدھی صدی تک بیزانس بلاشرکت غیرے دریا پر حکومت کرنے کے لئے آزاد ہوگیا تھا، اس دوران خلیفہ نے عبدالملک بن شہاب کو ایک بیڑے کی کمانڈ کے لئے مقرر کیا اور اس کو ہندوستان کی سرزمین کی طرف روانہ کیا، اس نے سن ۱۶۰ھ میں "باربد" کے شہر کو فتح کیا اس دوران دریائی سرگرمیوں میں کچھ زیادہ وسعت آگئی تھی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں بھی دریائی جنگوں اور جھڑپوں میں شدّت آگئی تھی، سن ۱۷۰ھ سے لے کر ۱۷۴ھ تک کئی جنگیں ہوئیں، سن ۱۷۴ھ میں دوبارہ قبرص کے اوپر عباسی لشکر کے حملے شروع ہوگئے اسی سال عباسیوں کے بہت سے وہ راستے جو شام کو مصر سے ملاتے تھے رومی بیڑوں کے حملوں کی آماجگاہ بن گئے۔ ہارون رشید نے جزیرۂ قبرص میں ہی شام کے عباسی بیڑوں کے ساتھ روم کے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، وہ اپنے بیڑے سے ایشاء صغیر کے ساحلوں سے گذر کر خلیج اٹلی تک جا پہنچا۔ اور رومی دریائی بیڑے سے جنگ چھڑگئی اس نے ان کو شکست دی اور روم کی دریائی فوج کے کمانڈر کو قیدی بنالیا۔ عباسیوں نے بیزانس کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شمالی افریقا کے ساحلوں پر چھاؤنی بنائی ان میں سے ایک "المنسیتر" نامی چھاؤنی قابل ذکر ہے، جس کو ہرثمہ بن اعین نے سن ۱۸۰ھ میں بنایا تھا اغالبہ نے اس چھاؤنی کو وسعت بخشی، عباسی دریائی بیڑوں نے سن ۱۹۰ھ اور ۱۹۱ھ میں اغالبہ کی کمان میں روس اور یونان کے سواحل پر حملہ کیا، ایسے ہی امین کے زمانے میں مدیترانہ کے دریا میں دریائی سرگرمیاں جاری رہیں۔ مامون رشید کے دور میں عبداللہ بن طاہر نے طرسوس کی چند کشتیوں کے ساتھ حرکت کی اور اس نے اسکندریہ میں اندلسیوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ معتصم کے دور حکومت میں بھی دریائی سرگرمیاں قابل ذکر تھیں اور اس دوران مسلمانوں کا مشرق سے لے کر مغرب تک مکمل طور سے دریا پر قبضہ ہوگیا تھا۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ: عباسیوں کے زمانہ میں دریا اور بحری فوج پر

اتنی توجہ دی گئی کہ ایک رجسٹر "دیوان الاسطول" کے نام سے بنایا گیا، اس رجسٹر میں وظائف، عطایا اور غنیمت کی میزان سے ہر اس فرد کا نام درج تھا جو جنگی بیڑے میں خدمت انجام دیتا تھا۔[16]

مسلم بحریہ کا عصر حاضر

کسی بھی ملک کا جغرافیائی سرحدوں کا حدودِ اربعہ واضح اور محفوظ ہونا بہت ضروری ہے لیکن اسلامی ممالک جو ایک نظریہ، ایک عقیدہ، ایک فکر اور سوچ کے حامل ہیں، ان کو اپنے نظریات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی سرحدوں کا دفاع کرنا بھی ایک عظیم دینی ذمہ داری کے تحت ہوتا ہے۔ آنے والی سطور میں ہم معتد بہ بحری صلاحیتوں کے حامل چند اسلامی ممالک کی بحری قوت کا جائزہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، تاکہ اس بات کا پتہ چل سکے کہ اسلامی ممالک کہاں کھڑے ہیں اور ان کی بحری صلاحتیں کس طرح ہمارے روشن مستقبل کی نوید اور امت مسلمہ کے بقاء کی ضامن بن سکتی ہیں۔

4۔ پاکستان بحریہ (Pakistan Navy) ایک تعارفی جائزہ

پاکستان تمام عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز و محور ہے، یہ بری، بحری اور فضائی راستوں کے ذریعے تمام اسلامی ممالک سے باہم ملا ہوا ہے۔ اس کے معرض وجود میں آنے کے بعد اب تک سمندری وسائل کی موجودگی اور اس کی اہمیت سے صرف نظر کیا گیا۔ اگرچہ پاکستان کا سمندر قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اور دنیا کی نوے فیصد تجارت بھی سمندری راستوں سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ارض پاکستان کی تقریباً ایک ہزار کلومیٹر سے زائد طویل ساحلی پٹی اور پاکستان کی سمندری حدود کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داری پاک بحریہ اعلیٰ پیشہ ورانہ افرادی قوت اور جدید آلات سے انجام دے رہی ہے سطح آب، زیر آب، فضائی اور خشکی کی فورس (پاک میر نیز اور سپیشل سروس گروپ) پر مشتمل ہے۔

قیام پاکستان کے وقت ہی بانیان پاک بحریہ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ تقسیم کے وقت ملنے والے چند جہازوں اور مختصر ترین افرادی قوت کی حامل پاک بحریہ کو اہم ترین جغرافیائی وقوع پذیری کے ملک پاکستان کی حفاظت و دفاع کے لیے اہلیت، قابلیت اور جدت کا ثمر بار سفر طے کرنا ہوگا۔ حکومت پاکستان بھی ان سمندری وسائل کو بروئے کار لانے میں کمربستہ ہو چکی ہے۔ جدید آلات حرب پیشہ ورانہ افرادی قوت اور نئے تقاضوں سے ہم آہنگ بحری اثاثوں سے لیس آج کی پاک بحریہ عالمی افق پر مؤثر بحری

قوت بن کر ابھری ہے جو اپنی بنیادی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کئی دیگر شعبوں میں بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

پاکستانی محل وقوع اور پاک بحریہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے وطن عزیز پاکستان کو ایسا محل وقوع عطا فرمایا ہے کہ وہ ان بحری گذر گاہوں میں سے اہم ترین گذر گاہ کا نگہبان اور اس کے ناکے پر براجمان ہے۔ اور اللہ نے اس عالمی شاہراہ پر تصرف کا اختیار پاکستان کو تفویض کر دیا ہے۔ ان آبی گذر گاہوں میں سے:

1. پہلا درہ "درّہ ہرمز" (Hormuz Strait Of) ہے جو خلیج عرب اور بحر ہند کو ملاتا ہے۔

2. دوسرا درہ "باب المندب" ہے جو بحیرۂ عرب اور بحر احمر کو ملاتا ہے۔

3. تیسرا درہ "نہر سوئز" ہے جو بحر احمر کو بحر ابیض سے جوڑتی ہے۔

یہ تینوں اہم ترین سمندری ناکے عرب ممالک کے قبضے میں ہیں، جبکہ:

4. چوتھی آبنائے "آبنائے باسفورس" (بحر اسود کو بحر مرمرہ سے ملانے والی) اور

5. بحر مرمرہ کو بحر ایجین سے جوڑنے والا درہ "درّۂ دانیال" دونوں ترکی کے پاس ہیں۔

یہ سب آبی گذر گاہیں تجارتی اور دفاعی اعتبار سے اہم ہیں جنہیں نظر انداز کرنا عالم اسلام کو معاشی طور پر دوسروں کا دست نگر بنانا ہے۔ دوسری جانب امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی جیسے مغربی ممالک نے اسی حقیقت کے پیش نظر گزشتہ چار سو سالوں میں اپنی بحری قوت کو مضبوط کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس پر مسلسل کام جاری ہے۔

5۔ قیام امن کے لیے پاک بحریہ کا کردار

پاکستان ایک امن پسند ملک ہے اور ہمیشہ سے امن کے قیام کا خواہاں رہا ہے۔ امن کی حکومتی پالیسیوں اور عزم کو اپناتے ہوئے پاک بحریہ علاقائی سمندروں اور بین الاقوامی حدود میں امن کے قیام کے لیے کلیدی کردار ادا کرتی ہے، قیام امن کے لیے مشترکہ آپریشنز کرنے کی صلاحیتوں کو بڑھانے اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے پاک بحریہ بین الاقوامی سطح کی بحری مشقوں کا انعقاد کرتی ہے جس میں دنیا بھر سے بحری فورسز حصہ لیتی ہیں، ان مشقوں میں سب سے اہم "امن" کے نام سے منعقد ہونے والی بحری مشق ہے جو ہر دو سال بعد منعقد کی جاتی ہے۔

عالمی سمندروں میں امن کے قیام کے لیے کی جانے والی عالمی کوششوں میں بھی پاک بحریہ کافی متحرک نظر آتی ہے۔ بحری قزاقی اور دہشت گردی کی روک تھام کے لیے بننے والی کثیر الملکی ٹاسک فورس میں پاک بحریہ کا کردار عالمی سطح پر سراہا جاتا ہے، پاک بحریہ نے سال 2004 میں کمبائنڈ ٹاسک فورس 150 اور سال 2009 میں کمبائنڈ ٹاسک فورس 151 میں شمولیت اختیار کی۔ بحری قزاقی اور دہشت گردی کے خاتمے کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کے عالمی اعتراف کے طور پر نو مرتبہ کمبائنڈ ٹاسک فورس 151 کی کمانڈ بھی کر چکی ہے، پاک بحریہ خطے کی واحد نان نیٹو اتحادی فورس ہے، جس کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوا ہے اور اب دنیا کے تمام ممالک جان چکے ہیں کہ ہم نے اپنی سمندری حدود کو بحری قزاقوں سے محفوظ بنا لیا ہے اور غیر ملکی بحری مال بردار جہاز جب بھی یہاں سے گذرتے ہیں تو پاکستان بحریہ کے شکر گذار ہوتے ہیں۔17

حال ہی میں یمن میں محصور پاکستانیوں اور غیر ملکیوں کی ایک بڑی تعداد کو بحفاظت نکالنے کو ایک شاندار کارنامہ کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔18

پاک چین اقتصادی راہداری منصوبہ اور پاک بحریہ کی ذمہ داری

پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ بڑی افادیت اور اہمیت کا حامل ہے۔یہ راہداری (Corridor) جہاں سے بھی گزرے گی وہاں ایک جیسی سہولیات مہیا کی جائیں گی، جن میں صنعتی زونز کا قیام، شاہراتی نیٹ ورک اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے منصوبے شامل ہیں۔ اقتصادی راہداری دونوں ملکوں کے درمیان اہم شعبوں میں اربوں ڈالر مالیت پر مبنی اقدامات اور منصوبوں کا جامع پیکج ہے جس میں اطلاعات نیٹ ورک، بنیادی ڈھانچہ، توانائی، صنعتیں، زراعت، سیاحت اور متعدد دوسرے شعبے شامل ہیں۔

نہ صرف خیبر پختونخواہ کی خوشحالی اور ترقی اقتصادی راہداری کی تعمیر میں پوشیدہ ہے بلکہ اس منصوبے کی تکمیل سے پاکستان، خاص کر گوادر بندر گاہ خطے میں اقتصادی مرکز بن جائے گی۔

اس منصوبے سے بلوچستان میں بے روزگاری اور غربت ختم کرنے میں مدد ملے گیاور ملکی معیشت مستحکم ہو گی، مقامی مصنوعات کی عالمی منڈیوں تک فوری رسائی ممکن ہو گی، مقامی آبادی کی اقتصادی

حالت مزید بہتر ہو گی جبکہ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہونے سے انشاء اللہ پاکستان کو ایشئن ٹائیگر بنانے کا خواب پورا ہو جائے گا۔

پاک چین اقتصادی راہداری کی تکمیل اور گوادر بندرگاہ کے مکمل فعال ہونے کے بعد سمندر اور خطے میں تجارتی نقل و حمل میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا بحری تجارتی راستوں میں آزادانہ نقل و حمل کو یقینی بنانے اور قیام امن کی ذمہ داریاں پاک بحریہ سر انجام دے رہی ہے۔ بحیرۂ عرب میں پاک بحریہ کے جہازوں کی مسلسل نگرانی اور گشت سے بحری امن کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ گوادر کی بندرگاہ کی سیکیورٹی کے لیے بھی پاک بحریہ گوادر میں موجود ہے جو پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی، پاکستان کوسٹ گارڈ اور قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کے ساتھ مل کر تسلسل سے گوادر بندرگاہ کی سیکیورٹی کی مشقوں کا انعقاد کر رہی ہے۔ ان مشقوں کے دوران مختلف اداروں کے درمیان تیز ترین باہمی رابطوں، مشترکہ آپریشنز اور پیشہ ورانہ مہارتوں کے تبادلے پر بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔19

دیگر مسلم ممالک کی بحری قوت کا ایک جائزہ

ترکی بحریہ (Turkish Naval Force)

خوبصورت اور سرسبز وادیوں پر مشتمل 7200 کلومیٹر کے طویل ساحل کے ساتھ ایشیاء اور یورپ کے سنگم میں واقع ہے۔ اس کا 95 فیصد رقبہ ایشیاء اور 5 فیصد یورپ میں ہے۔ جزیرہ نمائے بلقان اور بحر اسود کے شمالی ساحل سے لے کر چینی سرحد تک تمام ممالک سولھویں صدی کے نصف اول میں مسلم ترکوں کے زیر اثر تھے۔ سترہویں صدی میں روس نے یہ تجویز بنائی تھی کہ شمالی ایشیا کے سب ممالک روس اور چین کے درمیان تقسیم ہونے چاہیں چنانچہ ترکی نے ایک زبان کی حیثیت سے روسی حکومت کے تحت خوب ترقی کی۔[20]

ترکی نیول وارفیئر سروس برانچ ترکش آرمڈ فورسز کا حصہ جانی جاتی ہے۔ گیارہویں صدی کے آخر میں ترک بحریہ کا خاتمہ ہو گیا۔ بعد ازاں مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں 1920 سے 1949 کے درمیانی عرصہ میں خوب ترقی کی۔ جنگ آزادی کے بعد ترکی بحریہ ایک مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہوئی، اور موجودہ دور میں مسلم ممالک کی ایک مضبوط بحریہ سمجھی جاتی ہے۔ جس میں 50000 عددی قوت کے علاوہ مختلف اسپیشل فورسز اور کمانڈوز اور 112 جنگی جہاز شامل ہیں اور اس میں

50 کے قریب نیول ہوائی جہازوں کی موجودگی اس بات کی غمّازہے کہ دشمن کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کی طاقت و صلاحیت رکھتی ہے۔الغرض ترکی بحریہ اسلامی ممالک کی بحریہ میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔[21]

انڈونیشین بحریہ (Indonesian Navy)

انڈونیشیا ایک آزاد اور سیکولر ملک ہے۔اس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ انڈین اوشین(بحر ہند) کی نسبت سے انڈونیشیا کہلاتا ہے۔آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک جو چار ہزار سے زائد جزیروں پر مشتمل ہے انڈونیشیا، جس کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت جکارتہ ہے، جس کی آبادی 1995 میں نوے لاکھ سے زیادہ تھی سرکاری زبان انڈونیشی ہے، انڈونیشیا 13677 جزیروں پر مشتمل "مجمع الجزائر" ہے۔اس کے ساحل کی لمبائی 54716 کلومیٹر ہے۔مسلمانوں کی تعداد 87 فیصد ہے۔

انڈونیشیا میں بحریہ کی ابتدا 1945 میں ہوئی، ستمبر میں قائم ہونے والی بحریہ جو جنوب مشرقی ایشیا کی ایک بڑی بحریہ کی حیثیت سے جس کی تعداد عددی 74،963 ہے اپنی بھرپور عددی قوت کے ساتھ سمندری خطرات سے دفاع کے لیے فرائض انجام دے رہی ہے۔اس کا بحری بیڑہ تین سو جہازوں پر مشتمل ہے، جو جکارتہ، ایمسٹرڈم، ہمبرگ اور لندن کے علاوہ اندرون ملک بھی چلتے ہیں۔

انڈونیشیا کی بحری قوت جنوب مشرقی ایشیا کی اُن چند بحری قوتوں میں سے ایک ہے جو سپر سانک میزائل اور اٹیک سب میرین کے ساتھ 150 جہازوں، آبدوزوں اور کشتیوں پر مشتمل بحریہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔۔[22]

سعودی شاہی بحریہ (Royal Saudi Arabian Navy)

سعودی عرب جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر علاقے پر مشتمل ہے۔اس کے مغرب میں بحیرہ قلزم اور خلیج عقبہ، مشرق میں خلیج عرب واقع ہے۔اردن، عراق، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، سلطنت عمان، یمن اور بحرین پڑوسی ممالک ہیں اور ان سب کی سرحدیں سعودی عرب سے ملتی ہیں۔سعودی عرب میں دنیا کا سب سے بڑا ریگستان "ربع الخالی" واقع ہے۔سرکاری نام "**المملكة العربية السعودية**" ہے۔موجودہ آبادی دو کروڑ سے زیادہ ہے مسلمانوں کی تعداد 100 فیصد ہے۔شرح خواندگی 62 فیصد ہے۔[23]

سعودی شاہی بحریہ کے نام سے موسوم 1960 میں یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ کے تعاون سے ایرانی شاہی بحریہ کے مدمقابل قائم ہوئی۔1980 اور 1990 کی دہائیوں میں مختلف دفاعی معاہدوں میں بھی امریکہ کے فعال کردار کے ساتھ سعودی بحریہ جبیل، میں فیصل نیول بیس اور دمام میں اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے، اس کا ساحلی سلسلہ 2510 کلومیٹر ہے، جو بحیرہ احمر اور خلیج فارس کے ساتھ ملتا ہے۔[24]

ملائیشین شاہی بحریہ:(Royal Malaysian Navy)

ملائی (ملایا) قوم کی مناسبت سے ملک کا نام ملائیشیا رکھا گیا ہے۔ مملکت ملائیشیا دو حصوں (مغربی اور مشرقی ملائیشیا) میں بٹی ہوئی ہے۔ جس کا ساحلی علاقہ 4675 کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ موجودہ سنگاپور بھی ملائیشیا کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔ بحری لحاظ سے ملائیشیا، انڈونیشیا اور سنگاپور کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ دنیا بھر کی بحری آمد ورفت بڑی کثرت کے ساتھ رودبار / آبنائے ملاکا(Strait of Malacca) سے ہوتی ہوئی مشرق بعید اور باقی دنیا سے ملاتی ہے۔ ملائیشین شاہی بحریہ کا باقاعدہ آغاز 1934 میں ہوا، 1939 کی جنگ عظیم دوئم میں اس کو تقویت ملی۔1947 میں اقتصادی وجوہات کی بدولت اس پر عارضی پابندیاں بھی لگیں، مگر 1957 میں ملائیشیا کی برطانوی سامراج سے علیحدگی کے بعد ملائیشین نیوی ایک آزاد بحریہ کے طور پر جانی جانے لگی۔

خاکنائے ملائیشیا(Continental Malysia) کے مقامات میں سے لمٹ(Lumut) جس میں ہیڈکوارٹر، بحری کارخانے، تربیتی مراکز، بحری ہوابازی کے مراکز اور پنانگ(Penang) کی بندرگاہ اہم مقامات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشرقی ملائیشیا میں لابون (Labuan)، سنگائی(Sungai)، آنتو سندکان(Antu Sandakan)، سٹیسن لیما(Stesen Lima)،لاینگ(Layang)شامل ہیں۔

ملائیشین نیوی کے اہم مقاصد میں ملائیشیا کے سمندری مفادات میں درج ذیل اُمور شامل ہیں:

سمندری حدود کا تحفظ، سمندری خود مختاری / حاکمیت کا قیام، زمانہ جنگ میں مقابل افواج کی سپلائی لائن منقطع کرنا، بحری گزرگاہوں کی نگرانی / دیکھ بھال، سمندری حدود میں جہاز رانی اور معدنیات کی ترسیل اور اس کا دفاع، بحری خطرات سے آگاہی اور ان خطرات کا سدباب، زمانہ امن میں بحری دستوں کی تربیت اور غیر ساحلی تنصیبات و وسائل کے ساتھ مکمل روابط، بحری مقیاس، بحری قزاقی کے خلاف عملی تعاون، EEZ کا دفاع، تلاش اور بچاؤ کی کاروائیوں میں معاونت، قدرتی آفات میں امداد و بحالی،

بری اور فضائی افواج کے ساتھ تعاون اور دیگر قومی امور میں Aid to Civil Power کے ذریعے بھرپور شمولیت۔[25]

ایرانی بحریہ (Islamic Republic of Iranian Navy)

ایران کے لغوی معنی "آریا لوگوں کی سرزمین" ہے۔ یہ مغربی ایشیا کا ایک اسلامی ملک جو 1935 تک فارس کہلاتا تھا25 اکتوبر 1935 کو حکومت تہران نے فیصلہ کیا کہ اس مملکت کا سرکاری نام ایران ہو گا اس کے شمال میں روس اور بحیرہ کیپسن، مشرق میں افغانستان اور پاکستان، جنوب میں خلیج فارس اور مغرب میں عراق اور ترکی واقع ہیں۔

1979 کے ایرانی انقلاب کے بعد ایرانی بحریہ کا نام اسلامی جمہوریہ ایران نیوی رکھا گیا ایرانی بحریہ ایرانی فوج کی ایک برانچ شمار ہوتی ہے، جس کا بنیادی مقصد و مشن خلیج فارس اور خلیج عمان میں بحری قذاقوں کا خاتمہ تھا ایران بحریہ کی تاریخ پانچ سو قبل مسیح ہے ایران اور عراق کی جنگ میں امریکی بحری بیڑے کے آنے کے بعد ایرانی بحریہ نے اپنے آپ کو مزید ہتھیاروں سے لیس کیا جو سوویت یونین، چائنا اور شمالی کوریا سے منگوائے گئے تھے ایران کے پاس اسلحہ ساز فیکٹریاں ہیں جن سے ایرانی بحریہ کو بھی ہر قسم کے آلات اور اسلحہ مہیا کیا جاتا ہے۔26

مسلم بحری قوت اور عصر حاضر کے تقاضے

جنگ ہو یا امن دونوں حالتوں میں مسلح افواج کا کردار اہم ہی نہیں بلکہ ناگزیر ہوتا ہے۔ افواج خواہ بری ہوں، بحری یا فضائی، تینوں مسلح افواج کو اپنی اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر خدمات انجام دینا ہوتی ہیں۔ کیونکہ ملکی حفاظت کے لیے جو وسائل، تربیت اور استطاعت مسلح افواج کے پاس ہوتی ہے وہ ریاست کے کسی اور ادارے کے پاس نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تحفظ کے لیے ریاست کے ہر شہری کی آخری امید ملک کی یہی مسلح افواج ہوتی ہیں اور ہر ریاست اسے اپنا فرض سمجھتے ہوئے مسلح افواج کو ایسی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے مناسب وسائل اور تربیت مہیا کرتی ہے۔

کسی بھی اسلامی ملک کو بین الاقوامی قوانین، کشتیاں، بڑے بڑے جہاز، سمندری، معدنی اور جہازرانی کے وسائل سے واقفیت اور ملک و معاشرے کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں ان کے کردار کے بارے میں آگاہی بہت ضروری ہے۔ یہ ایک مستند بات ہے کہ دنیا پر اثر انداز ہونے کے لیے

سمندری راستوں کو زیر اثر رکھنا ضروری ہے اسی طرح اپنے ملک کے دفاع اور تجارت کی حفاظت کے لیے ایک مؤثر بحری قوت کا وجود لازم ہے۔ بحریہ کا وجود کسی ملک کی حفاظت، سالمیت اور معیشت پر براہ راست اثرانداز ہوتا ہے۔ سمندر میں موجود وسائل سے بھرپور استفادہ کرنے اور اس کی معلومات رکھنے والے ماہرین بحریات نے کرۂ ارض پر ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ برطانیہ، فرانس، اسپین اور ان سے پہلے ترکی اور آج کے دور میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا اس کی گرفت میں ہے جس کی گرفت سمندر پر ہے۔

دفاعی اعتبار سے بھی سمندر بڑی اہمیت کا حامل ہے سمندر عام طور پر ملک کی دفاعی قوت میں اضافے کا سبب بنتا ہے سمندر سے ملحقہ علاقوں کو بحریہ کے تعاون اور مدد سے مضبوط اور ناقابل تسخیر بنایا جاسکتا ہے۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ تجارت کا دارومدار سمندری راستوں پر ہے، چنانچہ پوری دنیا میں ایک تہائی تجارت اسی بحر ہند سے ہوتی ہے۔ اس حوالے سے نیوی نیوز لکھتا ہے:

> "بحر ہند پہلے وقتوں سے اپنی آزاد تجارت اور شفاف عمل داری کی وجہ سے مشہور ہے یہ وہ خطہ ہے جہاں بھارت، مصر، یونان و روم، فارس، ڈھاکہ، بنگال اور چین کی عظیم تہذیبیں ایک دوسرے کے دشمن کے بجائے شریک کے طور پر ملتی ہیں عام تاثر کے برعکس بحیرہ ہند کی تاریخ 1498 عیسوی میں شروع نہیں ہوتی جب پرتگالی مہم جو واسکوڈی گاما نے خلائی سفر کیا۔ یہ سب کچھ ایسے خطے پر غیر انسانی اثرات مرتب کرنے کے لیے کیا گیا جو اپنی گرم جوشی اور کشادہ دلی کے حوالے سے یاد کیا جاتا تھا"[27]

بحریہ کو درپیش تحدیات و مسائل

ذیل میں بحریہ کو درپیش چند اہم امور کا تذکرہ کر رہے ہیں جن سے نمٹے بغیر بحریہ کو مضبوط اور مفید نہیں بنایا جاسکتا۔

سمندری آلودگی

زمین پر ہونے والی تمام سرگرمیاں خواہ قدرتی ہوں یا انسانی، دنیا پر دیرپا اثرات مرتب کرتی ہیں سمندری اور دریائی خطوں کے بدلے ماحول اور معاشی صحت کا تعلق انفرادی، طبقاتی، حکومتی، علاقائی، قومی اور بین الاقوامی لحاظ سے ہر سطح تک ہوتا ہے۔ ماحول اور معیشت کے تعلق کو ہر سطح پر تسلیم کیا جاتا

ہے ساحلی علاقوں کی جانب لوگوں کی ہجرت اور شہری آبادی میں خاطر خواہ اضافے کے باعث سمندری پانی کے معیار کو بہتر بنانا اور اسے بر قرار رکھنا ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔لہذا ہر ریاست کو یہ بات یقینی بنائے کہ اس کی حدود میں سمندری ماحول کو پہنچنے والے نقصان سے ہمسایہ ممالک کا آبی ماحول متاثر نہ ہو۔[28]
تمام ممالک کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ ایسی اشیاء سے پیدا ہونے والی سمندری آلودگی میں کمی اور اس کی روک تھام کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کریں۔ ٹھوس اور مائع فضلے پاکستان میں آبی آلودگی کی بڑی وجہ ہیں اور پانی کی وجہ سے پیدا ہونے والی مختلف بیماریوں کا باعث بھی ہیں۔[29]

پانی ہماری بقاء کے لیے انتہائی ضروری عنصر ہے اور ﴿وج‌ــع‌ـــل‌ـن‌ـــا من الماء کل شیء حیّ۔ الانبیا 30:21﴾ کے مصداق پانی ہی ہماری زندگی ہے۔ لیکن صنعتی فضلہ ساحلوں پر لنگر انداز جہازوں ،بندرگاہوں، سمندری ایکو اسٹم،ماہی گیروں کی زندگیوں اور سمندر کے قرب وجوار میں موجود آبادی کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہورہا ہے۔ آلودہ پانی کا بڑا منبع چمڑے کی فیکٹریاں،ادویہ ساز کمپنیاں، ریفائنریاں، کیمیکل، ٹیکسٹائل اور کاغذ کی صنعتیں، انجینئرنگ ورکس اور تھرمل پاور پلانٹ ہیں۔[30]

تعلیم، شراکت داری، جدید ٹیکنالوجی، تحقیق اور ذاتی ذمہ داری سے سمندری ماحول کے معیار کی بہتری کی کاوشیں جاری رہنی چاہیے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے وسائل کی فراہمی بر قرار رکھی جاسکے۔

قزاقی، دہشت گردی اور سمگلنگ کا سدباب

بحری قزاقی یا سمندری لوٹ مار ایک ایسا جنگی خطرہ ہے جس کا ارتکاب غیر ریاستی عناصر سمندر میں پانیوں پر ،اور کبھی کبھار ساحل پر بھی کرتے رہتے ہیں۔1982 کو اقوام متحدہ کے کنونشن برائے سمندری قوانین کے مطابق بحری قزاقی کسی بھی قسم کا مجرمانہ اقدام یا لوٹ کھسوٹ پر مشتمل ہے جو کہ ذاتی مقاصد کے لیے کسی بھی غیر سرکاری، بحری یا ہوائی جہاز کا عملہ یا مسافر گہرے سمندروں میں دوسرے بحری یا ہوائی جہاز کا عملہ یا مسافر گہرے سمندروں میں دوسرے بحری یا ہوائی جہازوں کے خلاف کرتا ہے سمندری لوٹ مار، کسی بحری یا ہوائی جہاز، شخصی یا کسی اجتماعی جائیداد کے لیے کسی ایسی جگہ پر بھی کی جاسکتی ہے جہاں پر کسی بھی ریاست کی عملداری نہ ہو۔[31]

عصر حاضر میں جہازوں کے لیے بحری قزاقی بدستور ایک اہم مسئلہ بنی ہوتی ہے ایک انداز کے مطابق سالانہ تیرہ سے سولہ بلین امریکی ڈالر اس عفریت کی نذر ہوتے ہیں اس وقت بحیرہ احمر، بحر ہند کا صومالی ساحلی علاقہ اور آبنائے ملاکا جہاں سے ہر سال پچاس ہزار کے قریب تجارتی جہاز گزرتے ہیں جن کو بحری قزاقی کے شدید خطرات لاحق رہتے ہیں۔[32]

بحری قزاقی کے خاتمے اور دہشت گردی کی روک تھام کے لیے پاکستان نیوی نے دیگر ملکوں کی بحری افواج کے ساتھ مل کر کاروائیوں میں حصہ لیا ہے۔ 2011 میں "ایم، وی، سویز" بحری جہاز کے عملے کو قزاقوں سے چھڑانے کے لیے پاکستان بحریہ نے ایک کامیاب آپریشن کیا۔ بحری راستوں کے ذریعے ممنوعہ اشیاء کی سمگلنگ، دہشت گردوں کی نقل و حرکت کو روکنے اور بحری قزاقی کی بیخ کنی کے لیے بحر عرب، خلیج فارس، بحر احمر، خلیج عدن، بحر ہند اور خلیج عمان کے سمندروں میں جو بین الاقوامی ٹاسک فورسز تعینات ہیں پاکستان نہ صرف ان کا حصہ ہے بلکہ متعدد بار ان فورسز کی کمان بھی کر چکا ہے۔[33]

بحری قوت اور معاشی ترقی

کسی ملک کی معیشت کے منفی اور مثبت ہونے کا اندازہ اس ملک کی درآمدات(Imports) یا برآمدات(Exports) کی کمی یا زیادتی سے لگایا جاسکتا ہے۔ پرانے زمانے سے انسان سمندر میں سفر کر رہا ہے یہ سفر مختلف مقاصد جیسے تجارت، سیر و تفریح، ہجرت اور جہاز رانی وغیرہ پر مشتمل رہے ہیں غرض سمندر سے تجارت کا گہرا تعلق رہا ہے۔ پاکستان کی شپنگ انڈسٹری کو فروغ دینے کے لیے بحری جہازوں اور کشتیوں کی تعداد کو بڑھانے اور ان پر ہنر مند افراد کو روزگار فراہم کرنے کی ضرورت ہے جہازوں کی تعداد بتدریج کم ہو رہی ہے اس سلسلے میں پورٹ اینڈ شپنگ کے تمام ڈیپارٹمنٹس کو مل کر ایسا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے بحری ٹیکنالوجی اور بحری علوم (Oceanography) کو فروغ دینے کی منصوبہ بندی کی جاسکے۔

دنیا بھر میں ساحلی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر ماہی گیری ہی ہوتا ہے موجودہ دور میں فش فارمنگ نے خصوصی اہمیت حاصل کر لی ہے فش فارمنگ ایک ایسا منافع بخش کاروبار ہے جس پر کم خرچ کر کے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ فش فارمنگ کا بنیادی مقصد یہ ہوتا

ہے کہ زیادہ سے زیادہ مچھلی کم سے کم وقت میں حاصل کی جاسکے یہ مقصد اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب فش فارمز کی مکمل نگہداشت کی جائے جیسا کہ تالاب کی گہرائی، پانی کی صفائی، فش فارمز کو غیر ضروری پودوں اور جانوروں سے محفوظ رکھا جائے اور مچھلی کی صحت اور شرح افزائش کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔

ماہی گیری کو اس وقت دنیا میں ایک اہم صنعت کا درجہ حاصل ہے اس وقت ماہی گیری پاکستان کے جی ڈی پی کا ایک فیصد ہے پاکستانی مچھلی اور جھینگے کی بڑی مارکیٹ کینیڈا، امریکہ، جاپان، سری لنکا، سنگاپور، یورپی یونین اور خلیجی ریاستیں ہیں اس وقت پاکستان میں ایک فیصد روزگار ماہی گیری اور افزائش آبی حیات کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اس کی حفاظت بہر طور لازم ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا میں معاشی ترقی کے امکانات

پاکستان جغرافیائی لحاظ سے دنیا کے اہم ترین ممالک میں شامل ہے اس کے ایک طرف توروس سے آزاد ہونے والی مسلم ریاستیں ہیں جبکہ دوسری طرف وہ علاقہ ہے جو ان آزاد ہونے والی ریاستوں سے رابطہ میں آنے کے لیے سہارے کے طور پر پاکستان کو دیکھتا ہے انہیں اپنا معاشی مستقبل نہ صرف پاکستان سے وابستہ نظر آتا ہے بلکہ حقائق اس بات پر گواہ ہیں کہ آنے والے وقت میں پاکستان ان ممالک کے درمیان ایک معاشی حب(Economic Hub) کا کردار ادا کرے گا۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں بحری جہاد کو اسلامی تعلیمات میں نمایاں اہمیت حاصل ہے جس کی بنیاد پر مسلمانوں نے بحریہ کی تاریخ میں ان گنت نقوش چھوڑے۔ عصر حاضر میں اسلامی ممالک کی بحریہ کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان بحریہ، انڈونیشین بحریہ، ترک بحریہ، سعودی شاہی بحریہ، ملائشین بحریہ اور ایرانی بحریہ جدید ترین بحری طاقتوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس میں مزید بہتری لائی جائے اور بین الاقوامی تنظیم برائے بحرپیمائی (International Hydrographic Organization) وغیرہ سے بھی اسی سلسلے میں مدد لی جائے کیونکہ یہی وہ تنظیم ہے جو اقوام عالم کے مابین بحرپیمائی، بحری نقشوں کی تیاری، کھلے نیلگوں پانیوں میں حفاظتی اقدامات اور دیگر سمندری امور کے بارے میں رابطے کا کام کرتی ہے۔

اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیم برائے سمندری امور (International Maritime Organization) بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کر کے مسلم بحریہ کو مزید ترقی کی راہوں پر گامزن کر سکتی ہے مسلم ممالک باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے اپنی اپنی بحریہ میں بہتری لا کر اسلامی ممالک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ ابن خلدون، عبد الرحمن، المقدمہ، نفیس اکیڈمی کراچی، 1982ء، ج2، ص628

2۔ ندوی، سید، سلیمان، عربوں کی جہاز رانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ص150، 1981ء

3۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، مطبع الہلال، مصر۔1922، ج1، ص205

4۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، بیروت، دار الفکر1398ھ، ص389 حدیث نمبر:2489

5۔ الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین، قاہرہ، مصر، حدیث نمبر:2964

6۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح (باب الجہاد) بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1301ھ، حدیث نمبر:2788-

7۔ بخاری، صحیح، باب الجہاد والسیر، حدیث نمبر:2789

8۔ سعاد ماہر، البحریہ فی مصر الاسلامیہ وآثار الباقیہ، مصر دار المعارف (بغیر تاریخ کے) ۶۲۔۶۳

9۔ ایضاً

10۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ۳/۳۱۴

11۔ طبری، ۳/۳۳۸

12۔ عبد العزیز الدوری، العصر العباسی الاول، بیروت، دار الطلیعہ للطباعۃ والنشر، ۱۹۴۸ء، ۴۱/، عبد العزیز السالم، احمد مختار العبادی، تاریخ البحریہ الاسلامیہ فی مصر والشام، بیروت دار الماحد، ۱۹۷۲ء، ۱۴، خدوری، الحرب والسلم، فی شرعۃ الاسلام، بیروت، دار المتحدہ للنشر ۱۹۷۳ء، ۱۵۴تا۱۵۱

13۔ عبد العزیز الدوری، العصر العباسی الاول، ۴۸

14۔ فاروق عمر فوزی، الخلافۃ العباسیۃ، دار الشروق للنشر والتوزیع، اردن، ص195

15۔ عبد العزیز الدوری، گذشتہ، ۴۸، ایسے ہی دیکھیں عبد اللہ عنان کی "تاریخ الدولۃ الاسلامیۃ فی الاندلس"

16۔ عبد العزیز الدوری، العصر العباسی الاول، بیروت، دار الطلیعہ للطباعۃ والنشر، ۱۹۴۸ء، ۴۱/، عبد العزیز السالم، احمد مختار العبادی، تاریخ البحریہ

17۔ ماہنامہ نیوی نیوز، ستمبر 2016

18۔ ماہنامہ نیوی نیوز، یمن سے محصورین کا انخلاء اور پاک نیوی کا کردار۔ اپریل2015، شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

19۔ http://www.dailyasas.com.pk/index.php/2014-01-02-10-22-33/51294-2016-01-19-19

20۔ عبد الوحید، انسائیکلوپیڈیا اقوام عالم، ص341

21۔ https://turkishnavy.net

22۔ عبد الوحید، انسائیکلوپیڈیا اقوام عالم، ص137، نگارشات، مزنگ روڈ، لاہور

23۔ عبد الوحید، انسائیکلوپیڈیا اقوام عالم، ص510

24۔ http://www.snscl.com

25۔ ملائیشین نیوی آفیشل ویب سائیٹ(http://www.navy.mil.my/) جسے مورخہ 10 دسمبر2016 کو وزٹ کیا گیا۔

26۔ ماہنامہ نیوی نیوز، شمارہ اگست2015، شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

27۔ ماہنامہ جریدہ، نیوی نیوز، ماہ فروری، ص12۔ شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

28۔ ماحول کی اہمیت اور سمندری ماحول کی بہتری، ص:17، بحوالہ نیوی نیوز۔ شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

29۔ ماحول کی اہمیت اور سمندری ماحول کی بہتری ص:17 بحوالہ نیوی نیوز

30۔ شجاعت حسین، کمانڈر، سمندر اور ماحول، ماہنامہ نیوی نیو، شمارہ جنوری 2014، شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

31۔ شجاعت حسین، کمانڈر، بحری قذاقی ص:8، بحوالہ نیوی نیوز مئی2011، شعبہ تعلقات عامہ، نیول ہیڈ کوارٹرز، اسلام آباد

32۔ ایضاً ص:10

33۔ رشید احمد، ڈاکٹر، یمن سے محصورین کا انخلاء اور پاک نیوی کا کردار، ص:13، بحوالہ نیوی نیوز